بنیاد جلد ۵، ۲۰۱۴ء

پنکی جسٹن*

انیسویں صدی میں اردو صحافت کی ترویج میں مسیحی برادری کا حصہ

پنکی جسٹن

سر زمین ہندوستان صدیوں سے مختلف مذاہب کی آماجگاہ اور اس کے پیروکاروں کا مسکن بنی رہی؛ اسی لیے اس کی تہذیب میں قوسِ قزح کے رنگ پائے جاتے ہیں۔ اگر ہم اپنا دائرۂ کار انیسویں صدی کو محیط کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ صدی ہندومت، اسلام اور مسیحیت کی باہمی کش مکش اور تصادم سے عبارت ہے اور یہ تصادم داخلی اور خارجی دونوں صورتوں میں نظر آتا ہے۔[۱] اس صدی کا آغاز ہی صحافت پر پابندیوں سے ہوا۔ ۲۲ مئی ۱۸۰۱ء کو گورنر جنرل لارڈ منٹو کی زیرِ صدارت کونسل کے اجلاس میں باضابطہ تجویز منظور کر کے اخبارات کے مدیران اور مالکان کو وارننگ دی گئی کہ اخبارات کی اشاعت سے پہلے ان کے پروف چیف سیکریٹری اور ان کی غیر موجودگی میں امورِ عامہ کے سیکریٹری کو پیش کیے جائیں۔[۲] ۱۸۱۳ء میں جب لارڈ منٹو (Lord Minto: ۱۷۵۱ء۔۱۸۱۴ء) کی جگہ لارڈ ہیسٹنگز (Francis Rawdon-Hastings: ۱۷۵۴ء۔۱۸۲۶ء) نے گورنر جنرل کا عہدہ سنبھالا تو انھوں نے سنسر کا محکمہ توڑ کر اخبارات کے ساتھ تعلقات کو خوشگوار بنایا۔[۳]

جب ہم اردو صحافت کی بات کرتے ہیں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ ۱۸۳۷ء میں جب فارسی زبان کی سرکاری حیثیت ختم کر کے اردو کو سرکاری زبان قرار دیا گیا تو اس کے دور رس اثرات زبان و ادب کے ساتھ ساتھ صحافت پر بھی ہوئے۔[۴] بلکہ یوں کہنا زیادہ درست ہوگا کہ اردو زبان کی ترقی کا

سب سے زیادہ فائدہ اردو صحافت کو پہنچا، لیکن یہ عمل دوطرفہ تھا۔اردوصحافت نے بھی اپنی توسیع و اشاعت سے اردو کو لکھنے پڑھنے کی زبان بنانے میں غیر معمولی حصہ لیا۔[۵]

انیسویں صدی کی پہلی دو دہائیاں کئی اعتبار سے اردوصحافت کی تاریخ میں اہم ہیں۔مسیحی مشنریوں کی بدولت ہندوستان کی مقامی زبانوں میں صحافت کا آغاز ہوا۔ دوسری دہائی ختم ہونے سے پہلے ہندوستان کی مقامی زبانوں میں اخبارات جاری ہو چکے تھے۔ ۱۸۱۶ء سے ۱۸۳۰ء تک ایک طرف سیرام پور کے بپٹسٹ مشن (Baptist Mission) کے ڈاکٹر ولیم کیری (Dr.William Carey) ڈاکٹر جوشامارش مین (Dr.Jousha Marshman) اور ولیم وارڈ (William Ward) نے ہندوستانی زبانوں کے سات اخبارات جاری کر کے ہندوستانیوں میں صحافتی بیداری پیدا کردی، دوسری طرف ذولسانی اخبارات کے رجحان کو بھی فروغ ملا۔[۶]

اردو اخبارات کے اجرا وترقی میں مسیحیوں کا بہت عمل دخل رہا ہے۔ان مسیحی صحافیوں کی مدد، تعاون اور سرپرستی سے اردو اخبارات کی ترقی ممکن ہو سکی۔گویا بنیادیں فراہم ہونے کے بعد ان پر بڑی بڑی عمارتیں تعمیر ہوئیں ۔یہاں تک کہ'' دی پنجاب پریس ۱۸۸۰ء سے ۱۹۰۵ء تک'' میں مختلف زبانوں میں جاری ہونے والے اخبارات وجرائد کی جو فہرست دی گئی، اس میں اردو زبان کے اخبارات وجرائد کی تعداد ۳۴۳ تھی ۔[۷]

یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اس دور میں کئی اخبارات وجرائد کے ناموں کے ساتھ ''اخبار'' کا لفظ موجود تھا لیکن ان میں سے بیشتر رسائل تھے۔سب سے زیادہ تعداد ہفت روزہ رسائل کی تھی ۔یعنی نصف سے زیادہ (۱۶۱) ہفت روزہ تھے اور ایک سو پانچ ماہنامے تھے۔سہ روزہ، دس روزہ، اور پندرہ روزہ رسائل کی تعداد بہت کم تھی۔[۸]

اردوصحافت میں مذہبی اخبارات کا اجرا اسی صدی کی خصوصی دین ہے۔ان اخبارات میں ہمیں سبھی طرح کے اخبارات نظر آتے ہیں یعنی جہاں ایک طرف مسیحیوں، ہندوؤں اور مسلمانوں کے ایسے اخبارات ملتے ہیں جو ایک دوسرے کو مغلوب اور زیر کرنے کی تگ و دو میں مصروف تھے، دوسری طرف ایسے بھی اخبارات ہیں جن کے مخاطبین اپنے ہی ہم مذہب تھے۔[۹] لیکن اوّلین کوششیں مسیحیوں

کی کاوشوں کا ثمر تھیں۔انھوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ کے لیےاوائل انیسویں صدی میں سیرام پور اور بعد ازاں لدھیانہ وغیرہ سے اخبارات جاری کیے،[۱۰] لیکن صحیح معنوں میں اردوصحافت میں مذہبی اخبارات و رسائل کا رجحان ۱۸۵۷ء کے بعد نظر آتا ہے۔اس دور میں مسیحی مشنریز کی تبلیغی سرگرمیاں ملک کے کونے کونے میں پھیل چکی تھیں۔جا بجا ہسپتال، یتیم خانے، مشن اسکول قائم ہو چکے تھے۔مسیحی لٹریچر کی تیاری کا کام بھی ساتھ ساتھ جاری تھا۔مذہبی مناظرے بازی کی سرگرمیاں عام تھیں۔ان مناظروں کی روداد یں اخبارات میں تفصیل سے شائع ہوتی تھیں۔مشنریوں کی تبلیغی سرگرمیوں کا محور عام طور پر غریب اور پس ماندہ طبقہ ہوتا تھا لیکن ہندوستان کا تعلیم یافتہ طبقہ بھی کافی حد تک متاثر ہوا۔بعض نہایت معروف وممتاز ہندوستانیوں نے اپنا مذہب ترک کر کے مسیحی مذہب قبول کیا تو علما چونک گئے۔[۱۱] گارسیں دتاسی کے الفاظ میں:

> ابھی بمشکل پچاس برس ہوئے ہیں کہ انگریز مبلغین نے ہندوستان میں اپنا کام شروع کیا۔اس عرصے میں آٹھ ہزار (۸۰۰۰) اہلِ ہند اینگلیکن کلیسا میں شامل ہو چکے ہیں۔[۱۲]

عقائد کے اس تصادم نے مذہبی اخبارات کے اجرا کی تحریک تیز ترین کردی لیکن یہ کلیتاً مشنریوں کی تبلیغی سرگرمیوں کا ردِعمل نہیں تھی۔اہلِ اسلام، ہندو مذہب اور مسیحی مذہب نے اپنے مذہب کے دفاع اور ترویج و اشاعت کے لیے اخبارات ورسائل دونوں کا سہارا لیا۔ڈاکٹر طاہر مسعود کی رائے میں جنگ آزادی کے بعد کے بیالیس برسوں میں مسیحیت کی تبلیغ کے لیے آٹھ اخبارات جاری ہوئے۔[۱۳]

چونکہ ہمارا موضوع اردو صحافت میں مسیحی صحافیوں کی سرگرمیاں وکردار ہے۔اس لیے ہم صرف مسیحیوں کی طرف سے جاری کردہ اخبارات ورسائل کا جائزہ لیں گے۔

اردو اخبارات کے اجرا وترقی میں مسیحیوں کی امداد، تعاون اور سرپرستی کا خصوصی دخل تھا۔انھی کی بدولت تعلیم کا فروغ بالخصوص مغربی علوم کی اشاعت اردوصحافت کے زیرِ اثر ہوئی۔ان مسیحیوں نے اردو اخبارات کی سرپرستی کے ساتھ ساتھ ان کی حوصلہ افزائی بھی کی۔اردو اخبار جام جہاں نما

کی سرپرستی کے حوالے سے اسٹرلنگ(Sterling)اپنی رپورٹ میں بتاتے ہیں کہ میں اور میرے چند دوست اس اخبار کو جاری رکھنے کی اہمیت کو سمجھتے ہیں، اس لیے چندہ دیتے ہیں تاکہ اس وجہ سے ہندوستانیوں میں تعلیم وتربیت اور تحقیقی مادہ پیدا ہو۔[۱۴]

ذیل میں ہم ان اخبارات کا جائزہ لیں گے جو مسیحیوں کی تبلیغی، علمی و ادبی کاوشوں کا ثمر تھے۔

۱)مفید الانام:

یہ ہفتہ وار اخبار کیمپ فتح گڑھ ضلع فرخ آباد سے ۱۸۶۰ء میں نکلا۔ آٹھ صفحات پر مشتمل اس اخبار کا سالانہ چندہ نو روپے تھا۔ مطبع دلکشا میں چھپتا تھا۔ مالک منشی رام سروپ اور ایڈیٹر منشی شنکر سروپ نجات تھے۔[۱۵] یہ اخبار عیسائی مذہب کی تبلیغ میں پیش پیش رہتا تھا۔[۱۶] گارسیں دتاسی کے بقول:

> اس اخبار میں عورتوں کو مسیحی مذہب قبول کرانے کی غرض سے ایک انجمن قائم ہونے کا اعلان کیا گیا ہے چنانچہ ۴۰ ہزار روپے (ایک لاکھ فرانک) انجمن کے لیے جمع ہوگیا ہے۔[۱۷]

۲)خیر خواہ اطفال:

لکھنؤ محلہ گولہ گنج عنایت باغ سے بچوں کا ماہانہ پرچہ یکم اپریل ۱۸۷۳ء کو جاری ہوا۔ یہ سولہ صفحات پر مشتمل تھا۔ اس کے مالک پادری مسور، مہتمم پادری کریون(Kryon) تھے۔ اس کی کوئی قیمت مقرر نہیں تھی اس لیے مفت تقسیم ہوتا تھا۔ مطبع مشن پریس لکھنؤ میں چھپتا تھا اور مسیحی سنڈے اسکولز کا آرگن تھا۔ مسیحیت کی تبلیغ کرتا تھا۔ علاوہ ازیں لکھنؤ کے مشنری اسکولز کی روداد اور خبریں شائع کرتا تھا۔[۱۸]

۳)مبارک:

گورکھپور سے یہ ہفتہ وار اخبار ۲ ستمبر ۱۸۸۶ء کو نکلا۔[۱۹] آٹھ صفحات پر مشتمل انگریزی اور اردو میں چھپتا تھا۔ ایڈیٹر بابو پربھو داس مسیحی مترجم دفتر سیشن جج، مہتمم چارلس جوزف ہکی (Charles Joseph Hukky) تھے۔ سالانہ چندہ تین روپے تھا۔ مطبع گورکھپور پرنٹنگ ورکس ریلوے ڈیپارٹمنٹ

ان ڈبلیو ریلوے میں طباعت ہوتی تھی۔ یہ اخبار مسیحیوں کا آرگن (Organ) تھا۔[۲۰]

۴۔ صدر الاخبار:

صدر الاخبار شہر آگرہ کا پہلا اردو اخبار تھا۔ مغربی علوم کی اشاعت کے پیش نظر اسے آگرہ کالج کے پروفیسر مسٹر سی فنک نے ۶ مارچ ۱۸۴۶ء کو جاری کیا۔ اس کے پہلے چار شماروں میں سیاسی خبریں شائع کی گئیں لیکن پانچویں شمارے سے علمی اور سائنسی مضامین کا اضافہ ہوگیا۔ یہ مضامین ''مطالب علمی اور فوائد عملی'' کے عنوان کے تحت شائع کیے جاتے تھے۔ آٹھویں شمارے میں اردو اور فارسی اخبارات سے بہ کثرت خبریں نقل کی گئیں۔ اخبار میں اشتہارات بھی شائع ہوتے تھے۔ اشتہار کا نرخ دو آنہ فی سطر تھا اور آٹھ آنے سے کم کوئی اشتہار قبول نہیں کیا جاتا تھا۔ عام طور پر اشتہارات نئی کتابوں کے متعلق ہوتے تھے، جن کی اشاعت کی اطلاع نہایت مبالغہ آرائی کے ساتھ دی جاتی تھی۔[۲۱] اخبار کے اجرا کے دو سال بعد ہی مسٹر سی فنک کا انتقال ہوگیا۔ ان کے بعد ایشوری لال اخبار کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ انھوں نے ادارت سنبھالتے ہی کچھ قابل اعتراض اور اہانت آمیز مضامین شائع کر دیے۔ حکومت نے ان مضامین کا سختی سے نوٹس لیا اور فوری طور پر انھیں اس عہدے سے برطرف کر دیا۔[۲۲]

زبان و بیان کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو صدر الاخبار کی خبروں اور اشتہارات کی زبان ادبی ہوتی تھی۔ اسلوب کو رنگین بنانے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اخبار میں محاورے کا استعمال بھی خوب ہوتا تھا۔[۲۳]

۵)الحقائق و تعلیم الخلائق:

یہ اخبار صدر الاخبار کا ہی نیا قالب تھا۔ ایشوری لال پرشاد کی ادارت میں شائع ہونے والے قابل اعتراض اور اہانت آمیز مضامین کے باعث جو صورت حال خراب ہوئی، اسے بہتر بنانے کے لیے ایڈیٹر کو برطرف کرنے کے بعد اخبار کا نام تبدیل کر کے نیا نام الحقائق وتعلیم الخلائق رکھا گیا اور مسٹر ایف فیلن (F. Fallon) اس کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ یہ اخبار ہفتے میں دو بار بدھ اور سنیچر کو شائع ہونے لگا۔ سالانہ چندہ چودہ روپے پیشگی اور ڈیڑھ روپے ماہانہ تھا۔ یہ آٹھ صفحات پر مشتمل ہوتا تھا جن میں سے چار صفحات ''اخبار الخلائق'' کے عنوان سے واقعات و حالات حاضرہ کے لیے مختص

ہوتے تھے۔علاوہ ازیں گورنمنٹ گزٹ آگرہ سے اقتباسات،خبریں اورمفید مضامین بھی ترجمہ کر کے شائع کیے جاتے تھے۔[۲۴] یہ اخبار مسٹرفیلس کی ادارت میں اس وقت پھر متنازع ہوگیا جب اس میں ہردوار کے گردونواح میں گائے کے ذبیحے کے بارے ایک نامناسب مضمون شائع ہوگیا جس کا اثر تعداد اشاعت پر بھی ہوا۔دو سال بعد اشاعت کچھ بہتر ہوئی لیکن انیس (۱۹) کاپیوں سے زیادہ اضافہ نہ ہو سکا۔[۲۵]

۶)رفیق نسواں:

اس اخبار کو ۵مارچ ۱۸۸۴ء سے پادری کریون نے مطبع میتھوڈسٹ ایسکوپل چرچ (Methodist Episcopal Church) پریس لکھنؤ سے جاری کیا۔یہ اردو ہندی میں لکھنؤ سے، بنگالی میں کلکتہ سے اور تامل میں مدراس سے شائع ہوا۔بارہ صفحات پر مشتمل تھا اور دو ہفتہ کے بعد دوشنبہ (پیر) کو نکلتا تھا۔اس کے مہتمم مسٹر بیڈلی (Mr.Badley) تھے، جن سے خط وکتابت کی جاتی تھی اور چندہ امریکن مشن پریس لکھنؤ کے ایجنٹ کے نام روانہ ہوتا تھا۔اس اخبار میں مسیحی عورتوں کے لیے اصلاحی ومفید معلوماتی مضامین چھپتے تھے۔اسلام اور دوسرے مذاہب کی تکذیب کی جاتی تھی۔[۲۶]

۷) خیر خواہ ہند(بنارس):

یہ ماہنامہ ۱۸۳۷ء میں بنارس سے شائع ہوا، یہ آٹھ صفحات پر مشتمل تھا۔اس اخبار کے مالک پادری شرمن (Sherman) اور مہتمم پادری تھامس(Thomas)تھے۔سالانہ چندہ دو روپے چار آنے تھا۔یہ کلکتہ بپٹسٹ مشن پریس میں چھپتا تھا۔[۲۷]

۸)خیر خواہ ہند(مرزاپور):

مرزا پور سے یکم اگست ۱۸۳۶ء کو یہ ماہنامہ جاری ہوا۔یہ بارہ صفحات پر نکلتا تھا۔مالک پادری ایف جی براہت(F.G.Braet)، ایڈیٹر پادری مسٹر اور مہتمم ڈاکٹر میدر(Mather) [۲۸] تھے۔سالانہ چندہ تین روپے تھا۔مطبع ارفن اسکول میں طبع ہوتا تھا۔[۲۹]

گارسیں دتاسی اپنے خطبوں میں اس رسالے کے بارے میں لکھتے ہیں:

> جو خیر خواہ ہند نکلتا ہے، یہ امریکی پروٹسٹنٹ مشنریوں کا اخبار ہے، اس کا مقصد تبلیغ مذہب ہے۔[۳۰]

> مرزا پور کا اخبار خیر خواہ ہند اس قسم کی اردو میں ہوتا ہے جس میں انگریزی الفاظ کثرت سے کھپائے جاتے ہیں۔مشنریوں کی بیشتر تصانیف جو مسیحی مذہب کی نشرواشاعت کے لیے شائع ہوتی ہیں، اسی طرز کی زبان میں ہوتی ہیں۔[۳۱]

۹)بامداد:

۱۸۵۹ء میں اس رسالے کا اجرا ہوا۔یہ یورپین خیالات کا مؤید اور بمبئی کی مسیحی انجمن کا آرگن تھا۔[۳۲]

۱۰)شملہ اخبار:

یہ اخبار شملہ سے شائع ہوا تھا، اس کے ایڈیٹر شیخ عبداللہ اور سرپرست ہربرٹ ایڈورڈ(Herbert Edward) تھے۔دیوناگری رسم الخط میں چھپتا تھا لیکن زبان اردو تھی، اس اخبار کے سرپرست کی خواہش تھی کہ تمام ہندوستان مسیحی ہو جائے۔ان کی تحریک سے پرانے مدارس میں جہاں برطانوی نظم ونسق کی تعلیم دی جاتی تھی، انجیل کی تعلیم لازمی قرار دی گئی۔[۳۳] مدیر مولوی محمد ہاشم اور مہتمم میر فخر الدین تھے۔

۱۱)مواعظ عقبیٰ:

دہلی سے یہ ماہانہ رسالہ ۱۸۶۷ء میں نکلنا شروع ہوا۔اس کی ادارت مسیحی ہندو(وہ ہندو جو تبدیلی مذہب کے بعد مسیحی ہوگئے۔)کرتے تھے، اس کے جواب میں مولانا الطاف حسین حالی نے مواعظ حسنہ اور مولوی ہاشم نے خیر المواعظ[۳۴] جاری کیے۔[۳۵]

۱۲)تحفہ سرحد بنوں:

جنوری ۱۸۹۷ء کو یہ ہفتہ وار اخبار بنوں سے جاری ہوا۔مالک و ایڈیٹر ڈاکٹر تھیوڈور لائفن پنیل تھے۔[۳۶] اس کے ایڈیٹر جناب پیارے لال شاکر بھی رہے۔[۳۷] سالانہ چندہ ایک روپیہ دس آنے تھا۔اس میں مسیحی حالات اور مشنریوں کی کارفرمائیاں اور تازہ خبریں درج ہوتی تھیں۔

۱۳)خیر خواہ خلق:

یہ پندرہ روزہ اخبار سکندرہ آگرے سے جنوری ۱۸۶۲ء میں منظر عام پر آیا۔مالک پادری سی

جی ڈاب لی تھیاور تھے اور آٹھ صفحات پر مشتمل تھا۔ سالانہ چندہ بارہ آنے اور محصول ڈاک ڈیڑھ روپے تھا۔ مطبع سکندری میں چھپتا تھا۔ اس میں سیاسی خبروں کے علاوہ مذہبی، تاریخی اور ادبی مضامین بھی ہوتے تھے اور کبھی کبھی لیتھو تصاویر بھی ہوتیں۔[۳۸]

گارسیں دتاسی اس اخبار کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

> خیر خواہ خلق مہینے میں دو مرتبہ آگرے میں سکندرہ کے چھاپے خانے سے شائع ہوتا ہے۔ یہ چھوٹی تقطیع میں صرف ایک ورق پر دو کالم میں چھپتا ہے۔ یہ بالکل مذہبی قسم کا اخبار ہے۔ اس کا مقصد دین مسیح کی نشر و اشاعت ہے۔ اس کے سرورق پر یہ الفاظ لکھے رہتے ہیں "خدا کا خوف دانائی کی ابتدا ہے اور مذہبی آدمی کے نزدیک علم اور احتیاط ہم معنی ہیں۔"[۳۹]
>
> سیاسی خبروں کے علاوہ اس میں مذہبی، تاریخی، علمی اور ادبی مضامین ہوتے ہیں اور کبھی کبھی لیتھو میں تصاویر بھی ہوتی ہیں۔ ۱۵ دسمبر سنہ ۱۸۶۲ء کے تتمے میں بڑے دن کے درخت کی ایک تصویر دی ہے اور اس کا مطلب سمجھایا ہے۔[۴۰]

۱۴) کوکب عیسوی، شمس الاخبار، کوکب ہند:

محققین اردو صحافت نے ان تینوں اخبارات کا الگ الگ ذکر کیا ہے جیسے یہ تین مختلف اخبار ہوں حال آنکہ یہ ایک ہی اخبار کے تین نام ہیں جو مختلف وقتوں میں رکھے گئے۔ یہ اخبار ۱۸۶۸ء میں کوکب عیسوی کے نام سے لکھنؤ سے جاری ہوا۔ میتھوڈسٹ مشن کے مطبع میں چھپتا تھا، پھر اس کا نام بدل کر شمس الاخبار رکھ دیا گیا۔ غالباً یہ تبدیلی ایک سال بعد آئی کیونکہ گارسیں دتاسی نے اپنے ۱۸۷۰ء کے مقالے میں اس کا ذکر مسیحی اخبار کی حیثیت سے کیا ہے۔ نام بدلنے کا فیصلہ "عیسوی" کے لفظ سے گریز کے لیے مصلحتاً کیا گیا ہوگا۔ چونکہ اسی زمانے میں مدراس سے شمس الاخبار کے نام سے ایک اخبار نکل رہا تھا، غالباً اسی لیے ایک بار پھر نام بدل دیا گیا۔ نیا نام کوکب ہند تجویز ہوا۔ ۱۸۶۹ء میں اس کے ایڈیٹر پادری ٹی کریون (T. Kryon) تھے۔ سولہ صفحات پر امریکن مشن پریس میں چھپنے لگا تھا۔ یہ رومن اردو میں نکلتا تھا۔ کافی عرصے تک یہ پندرہ روزہ رہا۔ ۱۹۰۳ء میں ہفتہ وار ہوگیا تھا۔ "فہرست اخبارات ہند" میں اسے " میتھوڈسٹ اسکوپل چرچ (Methodist Episcopal Church) شمالی ہند" کا آرگن (organ) بتایا گیا ہے۔ چونکہ یہ مسیحی مشنری کا اخبار تھا، اس لیے اس میں اسلام کے خلاف مضامین چھپتے تھے۔ مسلمانوں میں اس اخبار کے خلاف سخت ردعمل پایا جاتا تھا۔ بنگلور سے محمد قاسم غم نے کوکب ہند اور دوسرے مسیحی مشنری اخبارات کا جواب دینے کے لیے منشور محمدی[۴۱] نکالا، جس کے پہلے صفحے پر ایک نظم شائع ہوا کرتی تھی، جس کے اشعار میں کوکب ہند کی مذمت کی گئی تھی۔

اس کے انوار سے نہیں ہے عجب
شمس گھٹ کے گر بنے کوکب
شمس تاباں کو جب کرے مستور
کیوں نہ کوکب کو وہ کرے بے نور[۴۲]

۱۵) مخزن مسیحی:

یہ ماہانہ رسالہ لاطینی رسم الخط میں اردو میں جولائی ۱۸۶۸ء میں نکلا تھا اس کے ایڈیٹر ریورنڈ جے جے والش تھے۔[۴۳] یہ رسالہ مراد آباد میں چھپتا تھا۔ سالانہ چندہ دو روپے آٹھ آنے تھا۔ اس کا مقصد بھی تبلیغ تھا۔ اس کا اندازہ اس بیان سے ہوتا ہے جو امداد صابری نے نقل کیا ہے۔

> اس کا مقصد اسی قدر ہے کہ لوگوں میں اپنے بزرگ و جلیل خداوند کے مقرب ہونے کی رغبت و عادت پیدا کرے۔ یہ کتاب سلیس ہے اور اس کی غرض شہرت کی نہیں بلکہ فائدہ کی ہے۔ ہم اپنے ہندوستانی بھائیوں سے اس کے پڑھنے کی دل سے سفارش کرتے ہیں۔ ماہانہ چندہ چار آنہ ہے۔[۴۴]

گارسیں دتاسی اس رسالہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> میرے خیال میں اس رسالے کے مضامین اہل یورپ کے لیے بھی خاصی دلچسپی کے حامل ہیں۔ اس کی زبان فصیح اور صاف اردو ہوتی ہے۔ ہر اشاعت میں مضامین کا تنوع ہوتا ہے۔ انگریزی طرز کی نظمیں ہوتی ہیں اور اہم مذہبی کتب کے بالاقساط تراجم بھی ہوتے ہیں۔[۴۵]

امداد صابری گارسیں دتاسی کے بیان کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ کہنا صحیح نہیں ہے

کہ 'مضامین کا معیار بلند ہوتا ہے اور ہر اشاعت میں مضامین کا تنوع ہوتا ہے' ۔ان کے بقول:

> اس رسالہ کی دو جلدیں ان کے والد ماجد مولوی شرف الحق صاحب کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ مضامین تو سرے سے نہ ہونے کے برابر ہیں البتہ ہر ایک پرچے میں مختصر سا مقالہ ایڈیٹر صاحب کا ہوتا ہے۔اس کے علاوہ دینی کتب کے ترجے کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے ۔ایسی شکل میں تنوع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ سوسائٹیوں اور مشنریوں کے کاموں پر تبصرے ہوتے تھے ۔[۴۶]

۱۶)نور افشاں:

لدھیانہ سے یکم مارچ ۱۸۷۳ء کو ہفتہ وار جاری ہوا۔چار صفحات پر امریکن مشن پریس میں طبع ہوتا تھا۔ایڈیٹر بابو بلسی ویلی، مہتمم پادری ایم ویری(M. Verry)اور پرنٹر پادری نیوٹن (Neuton)تھے۔یہ اخبار بیک وقت اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں نکلتا تھا۔ اردو ایڈیشن کی قیمت سالانہ دو روپے پانچ آنے اور انگریزی ایڈیشن کی تین روپے آٹھ آنے تھی۔لوح کے نیچے یہ فقرہ درج ہوتا تھا:

> حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آ کے ہر اک آدمی کو روشن کرتا ہے۔

گارسیں دتاسی کے بقول یہ خبروں سے مالا مال اخبار تھا۔[۴۷] سرورق پر ''دستور العمل نور افشاں'' کی سرخی کے تحت اخبار کے مندرجات کی بابت معلومات فراہم کی گئی تھیں اور بتایا گیا تھا کہ اخبار میں پانچ طرح کا مواد پیش کیا جاتا ہے۔(اول) دینی و دنیاوی مضامین، (دوم) معاشی و قومی امور پر مضامین،(سوم)اخبارات و کتب سے اقتباسات،(چہارم)نامہ نگاروں کے بھیجے ہوئے مراسلات، (پنجم)گزٹ اور تاربرقی سے موصول ہونے والی ملکی و ولایتی اطلاعات کا خلاصہ۔

نور افشاں کا ٹائٹل سادہ ہوتا تھا،اخبار کی طباعت وکتابت اور کاغذ عمدہ و نفیس ہوتا تھا، اسلام اور سکھ مذہب کے خلاف مضامین چھپتے تھے، سماجی و معاشرتی اصلاح کا حامی اور بری رسوم پر تنقید کرتا تھا۔سیاسی معاملات پر اخبار اپنی رائے کا بے لاگ طریقے سے اظہار کرتا تھا اور بسا اوقات حکومت پر کڑی تنقید کر گذرتا تھا۔نور افشاں دیگر مذاہب پر اتنے شدید حملے کرتا تھا کہ مولوی سید نصرت علی نے اسے ''ہندو مسلمانوں پر حملہ کرنے کا آلہ'' قرار دیا۔[۴۸]

نور افشاں بیسویں صدی کے اوائل تک جاری رہا۔اس کی ادارت زیادہ تر دیسی مسیحیوں کے ہاتھ میں رہی،جن میں اہم نام منشی حسن علی[۴۹]،مسٹر وائلی، نظام الدین کے ہیں۔[۵۰]

۱۷)محب ہند:

ماسٹر رام چندر ابتدائی دور کے صف اول کے صحافی تھے۔[۵۱] یہ رسالہ خیر خواہ ہند کے نام سے ان ہی کی کاوشوں سے ستمبر ۱۸۴۷ء میں جاری ہوا۔[۵۲] یہ ماہوار رسالہ تھا اور مطبع العلوم دہلی سے شائع ہوتا تھا۔ماہانہ چندہ ایک روپیہ تھا۔علاوہ ازیں ڈاک کا محصول خریداروں سے وصول کیا جاتا تھا۔ سرورق پر انگریزی میں ''محب ہند منتھلی'' اور ''اردو میگزین بائی رام چندر ٹیچر'' لکھا ہوتا تھا اور اردو میں ''محب ہند'' ایک پودے کے بیچوں بیچ لکھا جاتا تھا۔[۵۳] اس رسالے کا نام رام چندر نے پہلے خیر خواہ ہند رکھا تھا لیکن بعد میں تبدیل کر لیا۔اس کا ثبوت ہمیں فوائد الناظرین میں ملتا ہے:

> چونکہ ہم کو اس امر سے بالکل اطلاع نہ تھی کہ کوئی اخبار خیر خواہ ہند ہندوستان میں اجرا ہوتا ہے تو اس واسطے ہم نے اپنے رسالے کا نام خیر خواہ ہند رکھا تھا۔ اب ہم کو معلوم ہوا ہے کہ ایک اخبار مسمی بہ خیر خواہ ہند مرزا پور میں جاری ہوتا ہے تو ہم کو مناسب نہیں ہے کہ ہم اپنے اس رسالے کا نام بھی خیر خواہ ہند رکھیں۔اس واسطے ہم نے اس رسالے کا نام تبدیل کیا اور بجائے خیر خواہ ہند کے محب ہند رکھا۔واسطے اطلاع کے اس کے خریداروں کی خدمت میں گذاریں۔[۵۴]

اس رسالے کے دو نمبر خیر خواہ ہند کے نام سے نکلے اور نومبر ۱۸۴۷ء کو محب ہند کے نام سے یہ رسالہ نکلنا شروع ہو گیا۔[۵۵]

محب ہند میں تاریخی و اخلاقی مضامین اور سائنسی و تحقیقاتی مضامین بھی شامل ہوتے تھے۔علاوہ ازیں بعض شماروں کے آخر میں مشہور شعرا کے اشعار بھی درج کیے جاتے تھے۔ اردو دان طبقہ اس رسالے کی بہت قدر کیا کرتا تھا۔امداد صابری کے بیان کے مطابق اس کا ہر پرچہ لائبریریوں کی زینت بننے کے لائق ہے اور بعض مضامین تو اس کے نادر و شاہکار ہیں۔[۵۶]

۱۸)فوائد الناظرین:

رام چندر محب ہند کے علاوہ ایک اور رسالہ بھی نکالتے تھے اوراس کا نام انھوں نے فوائد الناظرین تجویز کیا تھا۔ یہ ''سائنسی وتاریخی رسالہ'' دوشنبہ کے دن دہلی سے شائع ہوتا تھا۔اس کا ماہانہ چندہ پہلے سال دوآنے تھا اور چار صفحات پر مشتمل تھا لیکن جب بعد میں آٹھ صفحات کر دیے گئے تو اس کا ماہانہ چندہ چار آنے ہوگیا۔ابتدائی کچھ پرچے پنڈت موتی لال منیجر کی نگرانی میں شائع ہوئے تھے۔ہر پرچے میں مشہور عمارتوں اور سائنس دانوں یا علما کی تصویریں ضرور ہوتی تھیں، جن پر رام چندر تین چار صفحات کا مضمون لکھتے تھے۔اس میں سماجی، تحقیقاتی اور اصلاحی مضامین ہوا کرتے تھے اور ان کے ذریعے سے ماسٹر رام چندر اپنے ہم وطنوں کی جہالت اور علمی بے ثباتی دور کرنا چاہتے تھے۔اسی مقصد کے پیش نظر انھوں نے فوائد الناظرین میں ''مختلف امورمفید'' کا ایک مستقل عنوان قائم کر دیا تھا۔اس میں بعض دفعہ وہ ناظرین سے علمی سوالات کا جواب دریافت کرتے تھے۔

فوائد الناظرین کی ایک اورخصوصیت یہ ہوتی تھی کہ اس میں اپنے زمانے کی مشہور کتابوں کے اشتہاروں کے علاوہ غزلیں اوراشعار بھی شائع ہوا کرتے تھے۔ڈاکٹر سیدہ جعفر کے بقول:

> وہ خودبھی شاعر تھے اس لیے فوائد الناظرین میں اشعار سے ان کی دلچسپی کا اظہار فطری بات ہے۔[۵۷]

علاوہ ازیں انھوں نے معروف شخصیت دیوان مل راج کا انٹرویو بھی شائع کیا جو اس زمانے کی اردو صحافت کے لیے ایک نئی اور دلچسپ چیز تھی۔[۵۸] امداد صابری کے خیال میں علمی مباحث پر مشتمل ان کے مضامین میں مذہب پر نکتہ چینی کے باعث لوگ انھیں بد مذہب اور ملحد سمجھتے تھے۔[۵۹] ماسٹر رام چندر نے اپنی متواتر محنت سے فوائد الناظرین کو انتہائی معیاری اخبار بنا دیا تھا۔[۶۰] اگر اس دور کے دوسرے اخبارات ورسائل کے مقابلے میں پرکھ کر دیکھا جائے تو یہ بات واقعی قابل تحسین ہے کہ اتنا مفید اور وقیع اخبار تن تنہا ایک شخص کی کاوشوں کا نتیجہ تھا۔[۶۱]

۱۹)وکیل ہندوستان:

امرتسر سے یکم جنوری ۱۸۷۴ء کو یہ ہفتہ وار اخبار جاری ہوا۔چہار شنبہ (بدھ) کو سولہ صفحات پر

شائع ہوتا تھا۔سالانہ چندہ تیرہ روپے دس آنے تھا۔مالک و ایڈیٹر پادری رجب علی تھے۔ڈاکٹر طاہر مسعود نے اپنی کتاب اردو صحافت انیسویں صدی میں ص۸۸۱ پر لکھا ہے کہ یہ اخبار مشنری تھا اوراس کے مالک ریورینڈ مسٹر بارنگ تھے۔مطبع وکیل ہند میں طباعت ہوتی تھی۔[۶۲]

پادری رجب علی صاحب کا تعلق امریکن میتھوڈسٹ مشن (American Methodist Mission) یوپی سے تھا۔فیضی اورابوالفضل کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔انگریزی، فارسی اور اردو اچھی جانتے تھے۔تعلیم پانے کے بعد مسیحی مشنریوں کے زیر اثر مسیحی ہوگئے۔

صابری اپنی کتاب فرنگیوں کا جال میں گارسیں دتاسی کے مقالات جلد دوم سے حوالہ نقل کرتے ہوئے رجب علی کے بارے میں لکھتے ہیں:

> وکیل ہندوستان مسیحی اخبار ہے، جو امرتسر سے نکلتا ہے،اس کے مدیر رجب علی ہیں جنھوں نے مذہب کے ساتھ اپنا لقب بھی بدل دیا ہے اوراپنے آپ کو منشی کے بجائے پادری لکھتے ہیں۔[۶۳]

۲۰)سفیر ہند:

یہ اخبار امرتسر سے ۱۲ مئی ۱۸۷۷ء کو ہفتہ وار جاری ہوا۔سولہ صفحات پر مشتمل مطبع سفیر ہند میں طباعت ہوتی تھی۔سالانہ چندہ تیرہ روپے تھا۔اس اخبار کے اشتہار میں نمونے کے لیے تین شمارے مفت ارسال کرنے کی ترغیب دی گئی۔پادری رجب علی ایڈیٹر و مالک تھے۔

طاہر مسعود کے بقول:

> سفیر ہند کا پہلا شمارہ اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔حسن صورت ومعنی کے لحاظ سے عمدہ اخبار دکھائی دیتا ہے۔اس کے اجرا کے تین مقاصد بیان کیے گئے ہیں۔ حکومت اور رعایا میں دوطرفہ رابطے کا قیام، تہذیب و معاشرت کا فروغ اور جدید علوم کی ترویج واشاعت۔[۶۴]

سفیر ہند کے بارے میں سرکاری رپورٹ درج ہے کہ اس میں عوامی فلاح وبہبود کے کاموں کی وکالت کی جاتی تھی، سیاسی خبریں بھی چھپتی تھیں، حکومت اور بالخصوص سرکاری افسران کا نہایت تند وتیز لہجے میں محاسبہ کیا جاتا تھا۔افسران کے خلاف الزامات کبھی کبھارنا لعتاذاتی نوعیت کے

ہوتے تھے۔سفیرِ ہند کی اشاعت بے حد محدود تھی۔۱۸۸۰ء میں دو سو سے ڈھائی سو تک کی تعداد میں چھپتا رہا اور شاید اپنی محدود اشاعت ہی کی وجہ سے ۱۸۸۱ء میں بند ہو گیا۔[۶۵]

۲۱)ہند و پرکاش:

ڈاکٹر طاہر مسعود نے اردو اخبارات کی فہرست میں اس اخبار کے بارے میں بتایا ہے کہ یہ اخبار ۱۸۷۳ء میں ہفتہ وار شائع ہوتا تھا۔اس کے مدیر پادری رجب علی اور مہتمم پنڈت سنتو کھ سنگھ تھے۔یہ اخبار ۱۶ صفحات پر مشتمل تھا اور اس کا سالانہ چندہ ۷ روپے ۸ آنے تھا اور مطبع ہند پرکاش سے بہ یک وقت اردو، ناگری اور گرمکھی میں چھپتا تھا۔[۶۶]

۲۲)پنجاب ریویو:

امرتسر سے یہ پرچہ جنوری ۱۸۸۷ء کو نمودار ہوا۔ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل تھا۔اس کے مالک وایڈیٹر بھی پادری رجب علی تھے۔سالانہ چندہ بارہ روپے تھا۔مطبع وکیل ہند امرتسر میں چھپائی ہوتی تھی۔ اس کے سرورق پر یہ عبارت درج ہوتی تھی:

> میں بادشاہوں کے آگے بھی تیری شہادتوں کا تذکرہ کروں گا۔

ماسٹر رام چندر کی طرح پادری رجب علی بھی انیسویں صدی میں اردو صحافت کا ایک اہم نام ہے۔ان کی اخبار نویسی کے بارے میں منشی محمد دین صاحب فوق نے اپنی تالیف اخبار نویسوں کے حالات میں تحریر کیا ہے، جسے امداد صابری یوں نقل کرتے ہیں:

> پادری رجب علی مرحوم جن کا رسالہ پنجاب ریویو غالباً سب سے پہلا اعلیٰ درجے کا ادبی رسالہ تھا، نہایت قابل اہل قلم تھے۔مسیحیوں میں وہ پہلے شخص تھے جن کو اردو کی لٹریری پبلک میں اس قدر رسوخ اور وقار حاصل تھا کہ ہندوستان میں بہت کم لوگ ان کی برابری کرسکتے تھے۔ہندوستانی مسیحیوں میں اردو کا مذاق بہت کم ہے بلکہ بالکل نہیں ہے۔[۶۷]

۲۳)نیٹو کرسچن پیپر:

ضلع بھنڈارا ناگپور سے یکم جنوری ۱۸۸۵ء کو یہ ہفتہ وار اخبار جاری ہوا۔آٹھ صفحات پر مشتمل تھا۔مہتمم صفدر علی مسیحی[۶۸] اسسٹنٹ کمشنر سیکریٹری نیٹو کرسچن سوسائٹی تھے۔یہ اخبار اردو، فارسی، رومن میں چھپتا تھا۔سالانہ چندہ چار روپے تھا۔[۶۹]

۲۴)وکٹوریہ گزٹ:

اس اخبار کا ذکر صرف گارسیں دتاسی نے اپنے خطبات میں کیا ہے۔ڈاکٹر طاہر مسعود نے جو فہرستِ اخبارات اردو تحریر کی ہے اس میں اس اخبار کا ذکر موجود نہیں اس لیے معلومات محدود ہیں۔ گارسیں دتاسی کے بقول:

> سہارنپور سے وکٹوریہ گزٹ نکلتا ہے۔اس کے مدیر ایک انگریز ہیں اور اگرچہ اس کے نام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شاید انگریزی کا اخبار ہے لیکن نہیں، یہ اخبار نہایت شستہ اردو زبان میں نکل رہا ہے۔[۷۰]

۲۵)اتالیق پنجاب:

یکم جنوری ۱۸۷۰ء کو مسٹر ہالرائڈ (Holroyd) ناظم تعلیمات پنجاب نے اپنی زیر نگرانی یہ رسالہ شائع کیا۔اس کا مقصد ہندوستانیوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنا تھا۔اس میں تاریخ، جغرافیہ اور سائنس پر مضامین شائع ہوتے تھے۔[۷۱] گارسیں دتاسی کے بقول:

> مسٹر ہالرائڈ جو پنجاب کے ناظم تعلیمات ہیں اور ایک روشن خیال شخص ہیں، اہل ہند کی تعلیمی ترقی کے لیے برابر کوشاں ہیں۔یہ ماہوار رسالہ ان کی سرپرستی میں بدستور منشی پیارے لال کے زیرِ ادارت شائع ہوتا ہے۔اس میں تاریخ، جغرافیہ اور سائنس پر نہایت مفید مضامین ہوتے ہیں جو مسٹر ہالرائڈ کے فیاضانہ مقاصد کی خوب تکمیل کرتے ہیں۔[۷۲]

۲۶)کرسچن ایڈووکیٹ:

اس اخبار کے سنِ اجرا کے متعلق معلومات دستیاب نہ ہوسکیں،البتہ اے کے ٹھاکر داس کی کتاب خداوند مسیح کے نورتن میں اس کا ذکر ملتا ہے۔مزید یہ بتایا گیا ہے کہ اس اخبار نے دیگر مذاہب کے ساتھ مناظروں کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔[۷۳]

۲۷)خزینۂ مسیحیت:

> الٰہ آباد میں ریورنڈ جے جے والش (J.J. Walsh) اردو زبان میں کرسچن

ٹریژر بہ معنی خزینہ مسیحیت بدستور شائع کر رہے ہیں۔ اس ماہ وار رسالے کی زبان اردو ہوتی ہے لیکن رسم الخط رومن ہوتا ہے تاکہ دیسی عیسائی لوگ اسے بہ سہولت پڑھ سکیں۔[۷۴]

۴۸) قران السعدین:

یہ دہلی کالج کا پہلا ہفتہ وار جریدہ تھا جس میں اخبار کی بھی خصوصیات پائی جاتی تھیں۔ اسے کالج کے پرنسپل ڈاکٹر اشپرنگر نے ۱۸۴۵ء میں جاری کیا تھا۔ اس کے پہلے ایڈیٹر پنڈت نرائن بھاسکر[۷۵] تھے۔ صفحات کی تعداد کبھی دس اور کبھی پندرہ ہوتی تھی۔ ماہانہ قیمت دو روپے، شش ماہی دس روپے اور سالانہ بیس روپے تھی۔ دہلی کالج کے مطبع العلوم میں چھپتا تھا۔[۷۶] اس اخبار کے معیار کا اندازہ ۱۸۴۸ء کی سرکاری رپورٹ سے ہوتا ہے۔

دہلی کالج سے جو اخبارات شائع ہو رہے ہیں ان میں قران السعدین بلند معیار کا حامل ہے۔ اس صوبے کا کوئی اخبار اس سے زیادہ متنوع اور قابلِ قدر معلومات پیش نہیں کرتا۔[۷۷]

ڈاکٹر طاہر مسعود کے بقول ڈاکٹر اشپرنگر کا یہ مفید اور معلوماتی جریدہ فی الحقیقت رجحان ساز ثابت ہوا اور اس کی تقلید میں متعدد جرائد و اخبار نکلے۔ علاوہ ازیں اس نے اردو صحافت کی فکری سطح بلند کرنے میں مدد دی اور ٹھوس معلومات افزا اور فکر خیز مواد کی اہمیت کو اجاگر کیا۔[۷۸] یہ باتصویر جریدہ تھا جس میں سائنس، ادب اور سیاست سے بحث ہوتی تھی۔ اس کا مقصد مغربی علوم کی اشاعت ہے۔[۷۹] خود ڈاکٹر اشپرنگر کے بقول انھوں نے پینی میگزین (*The Penny Magazine*) کے طرز پر ایک باتصویر رسالے کی بنیاد ڈالی۔ اس کا نام قران السعدین تھا گویا مشرق و مغرب، مشتری اور زہرہ تھے جن کا قران اس رسالے میں ہوا تھا۔ یہ اپنی قسم کی پہلی کوشش تھی۔[۸۰] اس کی علمی و ادبی حیثیت کا اعتراف ہر ایک نے کیا۔ امداد صابری کے بقول یہ بلند ترین معیار کا حامل تھا۔ اس کا طرزِ تحریر دلکش اور دلپسند تھا اور عمدگی اور قابلیت کے ساتھ عام ذہنوں کو ترتیب دینے میں کامیاب رہا۔[۸۱] نادر علی خاں کے بقول یہ اخبار اپنی علمی افادیت، مضامین کے تنوع اور حسنِ ترتیب کے اعتبار سے ہندوستان کے ممتاز اخبارات میں شمار کیا جاتا تھا۔[۸۲]

اس طائرانہ جائزے کے بعد بحیثیت مجموعی ہم کہہ سکتے ہیں کہ اردو اخبارات کی جو خوبصورت عمارت آج نظر آ رہی ہے اس کی بنیاد ان مسیحی صحافیوں کی قائم کردہ ہے۔ اگرچہ ان کے شائع کردہ بعض اخبارات کا محرک بالعموم اپنے مذہب کا دفاع، اس کی بقا اور حریف مذاہب کے اثرات کو زائل کرنا تھا۔ اسی لیے ایسے اخبارات میں جابجا مباحث، دلائل و براہین سے کام لیا جاتا تھا، لیکن ڈاکٹر طاہر مسعود کی رائے میں بعض اخبارات علمی و ادبی نوعیت کے بھی تھے، جس میں سیاسی اور سماجی خبروں کے علاوہ تاریخی، ادبی و دیگر موضوعات پر بھی مضامین شائع ہوتے تھے۔[۸۳] گویا ان کی علمی و ادبی کوششوں سے صرفِ نظر کرنا خود ان مسیحی صحافیوں کے ساتھ زیادتی ہوگی۔

حواشی و حوالہ جات:

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، جناح یونی ورسٹی برائے خواتین، کراچی۔

۱۔ ڈاکٹر طاہر مسعود، اردو صحافت انیسویں صدی میں (کراچی: فضلی سنز لمیٹڈ، ۲۰۰۲ء)، ص ۸۷۰۔

۲۔ محمد افتخار کھوکھر، تاریخ صحافت (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۵ء)، ص ۴۲

۳۔ ایضاً۔

۴۔ ایضاً، ص ۴۲۔

۵۔ ڈاکٹر طاہر مسعود، ص ۱۲۷۔

۶۔ ایضاً، ص ۶۸۔

۷۔ ڈاکٹر علی مسکین حجازی، پنجاب میں اردو صحافت کی تاریخ (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء)، ص ۱۰۹۔

۸۔ ایضاً، ص ۱۳۲۔

۹۔ ڈاکٹر طاہر مسعود، ص ۸۷۰ تا ۸۷۱۔

۱۰۔ ایضاً، ص ۸۷۱۔

۱۱۔ ایضاً، ص ۸۷۳۔

۱۲۔ گارساں دتاسی، مقالات گارساں دتاسی (اورنگ آباد دکن: انجمن ترقی اردو)، ص ۲۰۔

۱۳۔ ڈاکٹر طاہر مسعود، ص ۸۷۵۔

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۲۸۔۱۲۹۔

۱۵۔ محمد اشرف نقوی، اختر شہنشاہی (لکھنؤ: اختر پریس، ۱۸۸۸ء)، ص ۲۳۴۔۲۳۵۔

۱۶۔ اس اخبار کے بارے میں امداد صابری کو گارساں دتاسی کا بیان نقل کرتے ہوئے سہو ہوگیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس اخبار میں

عورتوں کو مسیحی مذہب قبول کرنے سے باز رکھنے کی تجاویز پیش کی جاتی تھیں اسی لیے انھوں نے اسے رونصاریٰ میں نکلنے والے اخبارات کی فہرست میں شامل کیا ہے۔ امداد صابری، تاریخ صحافت اردو جلد دوم (دہلی: صابری اکیڈمی محلّہ چوڑی والان، ۱۹۶۰ء)، ص ۱۵۲۔

۱۷۔ گارسیں دتاسی، خطبات گارساں دتاسی جلد دوم، ص ۴۸۶۔

۱۸۔ امداد صابری، فرنگیوں کا جال (دہلی: کوہ نور پریس لال کنواں، ۱۹۴۹ء)، ص ۹۷۔

۱۹۔ امداد صابری نے اپنی کتاب فرنگیوں کا جال میں اس اخبار کے اجرا کی تاریخ ۲ ستمبر لکھی ہے جبکہ طاہر مسعود نے اپنی کتاب میں تاریخ ۳۰ ستمبر لکھی ہے۔ علاوہ ازیں ان کی رائے میں یہ اخبار اردو اور ہندی میں چھپتا تھا۔ ڈاکٹر طاہر مسعود، اردو صحافت انیسویں صدی میں، ص ۱۱۳۰۔

۲۰۔ امداد صابری، فرنگیوں کا جال، ص ۹۸۔

۲۱۔ ڈاکٹر طاہر مسعود، ص ۲۳۰۔۲۳۱۔

۲۲۔ ہندوستانی صحافت کی تاریخ میں اس واقعے کی اہمیت اس لیے زیادہ ہے کہ اس واقعے کے بعد حکومت نے ہر مطبوعہ اخبار، رسالے اور کتاب کی ایک ایک کاپی خریدنے کا اہتمام کیا نیز دیسی اخبارات کے مندرجات کے ترجمے کے لیے منشی مقرر کیا جو حکومت کو شائع ہونے والے قابلِ اعتراض، غیر اخلاقی اور توہین آمیز مواد سے آگاہ کرے۔ ڈاکٹر طاہر مسعود، ص ۲۳۳۔

۲۳۔ ایضاً، ص ۲۳۲۔

۲۴۔ شکیب بدر، اردو صحافت (کراچی: کاروان ادب، ۱۹۵۲ء)، ص ۱۵۱۔

۲۵۔ محمد عتیق صدیقی، ہندوستانی اخبار نویسی کمپنی کے عہد میں (علی گڑھ: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۵۷ء)، ص ۵۷۔۵۸۔

۲۶۔ امداد صابری، فرنگیوں کا جال، ص ۹۷۔

۲۷۔ ایضاً، ص ۹۶۔

۲۸۔ امداد صابری نے مہتمم کا نام ڈاکٹر میبد اور ایڈیٹر کا پادری مسٹر لکھا ہے جبکہ عتیق صدیقی، گارسیں دتاسی اور ماسٹر رام چندر نے اس کے ایڈیٹر کا نام ماتھر لکھا ہے عین ممکن ہے کہ چونکہ (th) سے "ڈ" اور تھ دونوں آوازیں نکلتی ہوں، اس لیے نام کی ادائگی میں میبد اور ماتھر کا اختلاف پیدا ہوگیا ہو۔

۲۹۔ امداد صابری، فرنگیوں کا جال، ص ۹۶۔

۳۰۔ گارسیں دتاسی، خطبات، ص ۳۱۴۔

۳۱۔ ایضاً، ص ۳۱۴۔

۳۲۔ امداد صابری، فرنگیوں کا جال، ص ۹۵۔

۳۳۔ ایضاً۔

۳۴۔ امداد صابری، فرنگیوں کا جال، ص ۹۶۔

۳۵۔ یہ اخبار ۱۸۶۹ء میں دہلی سے ہفتہ وار شائع ہوتا تھا اور آٹھ صفحات پر مشتمل تھا۔ مدیر مولوی محمد ہاشم اور مہتمم میر فخر الدین تھے۔ ڈاکٹر طاہر مسعود، ص ۱۱۴۳۔

۳۶۔ ڈاکٹر تھیوڈور لائٹن پنیل صاحب ۱۸۶۷ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۸۸۶ء کو بی ایس سی کا امتحان پاس کیا۔ ۲۲ نومبر ۱۸۹۰ء کو آپ نے مشنری سوسائٹی کو باقاعدہ اپنی خدمات پیش کیں۔ ہندوستان روانہ ہونے سے پہلے ڈاکٹر صاحب نے اردو سیکھی۔ اکتوبر ۱۸۹۲ء میں ہندوستان روانہ ہوئے۔ ڈیرہ اسماعیل خاں میں پشتو زبان سیکھی اور پٹھانی لباس پہننا شروع کیا اور زندگی بھر اسی لباس میں رہے۔ ستمبر ۱۸۹۳ء کو ڈاکٹر صاحب نے بنوں جانے کا فیصلہ کیا۔ وہاں چرچ کرمشن کی طرف سے ایک ہسپتال کھولا۔ جنوری ۱۸۹۴ء کو مسیحی جہاں خاں کے ساتھ دورہ شروع کیا۔ وہ دونوں پیدل چلتے تھے اور دوائیوں کا صندوق ایک گدھے کی پیٹھ پر لاد لیتے تھے۔ مریضوں کو دوائیاں تقسیم کرتے، زخمیوں کی مرہم پٹی بھی کرتے اور یسوع مسیح کا کلام سناتے تھے۔ انھیں اس سلسلے میں نہ صرف ماریں کھانی پڑیں بلکہ انھیں قتل کرنے کی کوششیں بھی کی گئیں۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ چاہتے تھے، ہسپتال میں چھوٹے بڑے غریب و دولت مند کا امتیاز مٹ جائے اور کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ وہ چونکہ غریب ہے اس کا علاج امیر کی طرح نہیں کیا گیا۔ ڈاکٹر پنیل نے اپنی تمام عمر نصرانیت کی تبلیغ کرنے اور غریبوں کے علاج معالجے میں گذاری اور آخر علاج کرتے کرتے ایک خطرناک مریض کے مرض کا شکار ہوگئے اور بنوں ہی میں فوت ہوگئے۔ صلیب کے علمبردار از پادری برکت اللہ، ص ۴۲۸۔

۳۷۔ آپ ۱۳ مارچ ۱۸۸۰ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ پیدائشی مسیحی ہیں۔ ۱۹۰۴ء میں، جبکہ آپ کی عمر ۲۵ سال کی تھی، تحفہ سرحد بنوں کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۷ء میں کانپور میں رسالہ زمانہ سے وابستہ ہوگئے۔ ۱۹۰۸ء تک منیجری اور سب ایڈیٹری کے فرائض انجام دیتے رہے۔ الٰہ آباد میں مخزن مسیحی میں مارچ ۱۹۰۹ء سے مئی ۱۹۱۱ء تک اسسٹنٹ ایڈیٹر رہے۔ رسالہ ادیب میں جون ۱۹۱۱ء میں کام کرنا شروع کیا۔ آپ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات پر ایک کتاب تصدیق المسیح لکھی۔ کالی داس کی "رت سنگھار" کا ترجمہ اردو نظم میں کیا ہے۔ سید محمد مرتضیٰ بیان، ویزدانی کے کلیات کو مرتب کیا۔ پادری رجب علی کے بعد آپ دوسرے شخص ہیں جو ہندوستانی مسیحیوں میں اردو کا اعلیٰ مذاق رکھتے تھے اور غیر مسیحی دنیا میں عزت کے ساتھ مشہور تھے۔ علاوہ ازیں شاعری کا بھی ذوق شوق تھا اور کلام میں شوخی و متانت پائی جاتی تھی۔

امداد صابری، تاریخ صحافت اردو جلد سوم (دہلی: صابری اکیڈمی محلّہ چوڑی والان، ۱۹۶۲ء)، ص ۷۰۸۔۷۰۹۔

۳۸۔ امداد صابری، فرنگیوں کا جال، ص ۹۵۔

۳۹۔ یہ بائبل کی آیت ہے جو صحیفہ حضرت سلیمان علیہ السلام میں مذکور ہے۔

۴۰۔ گارسیں دتاسی، خطبات گارساں دتاسی (اورنگ آباد دکن: انجمن ترقی اردو، ۱۹۳۵ء)، ص ۳۷۸۔

۴۱۔ منشور محمدی کے نام سے ایک اخبار اردو میں بنگلور سے عشرہ وار مولوی شریف کے اہتمام میں نکلتا تھا اس اخبار کی پیشانی پر یہ رباعی لکھی تھی۔

منشور سو لال ہمہ محتاج نہ جاتم ۔۔۔ با خاتم و مہر آمدہ منشور محمد
توریت بآ توریت انجیل و تنجیل ۔۔۔ کو پال صفت وسیرت میر و محمد

اور اسی پیشانی کے نیچے لکھا ہوا ہے، یہ اخبار عشرہ وار بمضامین تردید مذہب عیسوی چھپتا ہے۔

امداد صابری، فرنگیوں کا جال، ص ۲۱۴۔

۴۲۔ ڈاکٹر طاہر مسعود، ص ۸۷۷۔

۴۳۔ یہ وہی جے جے والش ہیں جن کی بیوی مسز والش نے جے بنیس (Bunyan) کی کتاب *Holy War* کا اردو ترجمہ جنگ مقدس کے نام سے کیا۔

۴۴۔ امداد صابری، تاریخ صحافت اردو جلد دوم، ص ۲۹۵۔۲۹۶۔

۴۵۔ گارسیں دتاسی، خطبات حصہ دوم، ص ۳۳۹۔

۴۶۔ امداد صابری، تاریخ صحافت اردو جلد دوم، ص ۲۹۵۔

۴۷۔ گارسیں دتاسی، ص ۳۴۲۔

۴۸۔ سید نصرت علی، تاج التواریخ (دہلی، ۱۹۱۲ء)، ص ۸۸۳۔

۴۹۔ منشی حسن علی ریاست الور، راجستھان میں پیدا ہوئے اور ۱۸۶۴ء میں دائرۂ عیسائیت میں داخل ہوئے۔ شاعری میں سفیر تخلص اختیار کیا۔ انھوں نے ایک کتاب گلدستۂ سفیر کے نام سے شائع کی۔

ینگ ڈبلیوجی (Young W. G.)، گیتوں کے مصنفین و مترجمین (لاہور: بائبل بک ڈپو، انارکلی، سن ندارد)، ص ۴۸۔

۵۰۔ ڈاکٹر طاہر مسعود، ص ۸۷۹

۵۱۔ امداد صابری، اردو کے اخبار نویس جلد اول، ص ۲۰۰۔

۵۲۔ ایضاً، ص ۲۰۱۔

۵۳۔ ڈاکٹر سیدہ جعفر، ماسٹر رام چندر حالات زندگی اور ادبی کارنامے (حیدرآباد: ابوالکلام آزاد اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۶۱ء)، ص ۶۸۔

۵۴۔ ایضاً۔

۵۵۔ امداد صابری، اردو کے اخبار نویس جلد اول، ص ۲۰۱۔

۵۶۔ ایضاً۔

۵۷۔ ڈاکٹر سیدہ جعفر، ص ۳۶۔

۵۸۔ ڈاکٹر طاہر مسعود، ص ۲۳۹

۵۹۔ امداد صابری، اردو کے اخبار نویس جلد اول، ص ۲۰۱۔

۶۰۔ ڈاکٹر طاہر مسعود، ص ۲۳۹۔

۶۱۔ ایضاً۔

۶۲۔ ڈاکٹر طاہر مسعود، ص ۸۸۱۔

۶۳۔ امداد صابری، فرنگیوں کا جال، ص ۹۷۔

۶۴۔ ڈاکٹر طاہر مسعود، ص ۸۸۲۔

۶۵۔ امداد صابری، تاریخ صحافت اردو جلد سوم، ص ۱۳۶۔۱۳۷۔

۶۶۔ ڈاکٹر طاہر مسعود، ص ۱۱۳۹۔

۶۷۔ ایضاً، ص ۸۸۳۔

۶۸۔ مولوی صفدر علی، انجمن اشاعت علوم کے ناظم تعلیمات تھے، علاوہ ازیں ضلع جبل پور کے ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔

۶۹۔ امداد صابری، فرنگیوں کا جال، ص ۹۷

۷۰۔ گارسیں دتاسی، خطبات، ص ۲۹۸۔

۷۱۔ ڈاکٹر علی مسکین حجازی، ص ۱۴۰۔

۷۲۔ گارسیں دتاسی، مقالات جلد اول، ص ۱۰۲۔

۷۳۔ امداد صابری، فرنگیوں کا جال، ص ۹۷۔

۷۴۔ گارسیں دتاسی، مقالات جلد اول، ص ۱۵۰۔

۷۵۔ پنڈت نرائن دہلی کالج کے شعبۂ انگریزی کے سینئر اسکالر تھے۔ ان کا شمار کالج کے نہایت قابل اور ذہین طلبا میں ہوتا تھا۔ انھوں نے پولیٹیکل اکانومی (معاشیات) کا ترجمہ کیا۔ کچھ عرصہ تاریخ انگلستان کا بھی ترجمہ کیا۔

امداد صابری، اردو کے اخبار نویس، ص ۱۷۱۔

۷۶۔ ڈاکٹر طاہر مسعود، ص ۲۱۲۔

۷۷۔ نادر علی خاں، اردو صحافت کی تاریخ (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۸۷ء)، ص ۱۲۰۔

۷۸۔ ڈاکٹر طاہر مسعود، ص ۲۱۲۔

۷۹۔ گارسیں دتاسی، خطبات حصہ اول، ص ۳۱۔

۸۰۔ ریاض صدیقی، "دہلی کالج" مشمولہ افکار: برطانیہ میں اردو ایڈیشن (اپریل ۱۹۸۱)، ص ۱۱۲۔

۸۱۔ امداد صابری، اردو کے اخبار نویس، ص ۱۷۵۔

۸۲۔ نادر علی خاں، ص ۱۲۳۔

۸۳۔ ڈاکٹر طاہر مسعود، ص ۹۰۶۔

مآخذ

بدر، شکیب۔ اردو صحافت۔ کراچی: کاروان ادب، ۱۹۵۲ء۔

جعفر، سیدہ۔ ماسٹر رام چندر حالات زندگی اور ادبی کارنامے۔ انڈیا: ابوالکلام آزاد اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ حیدرآباد،
۱۹۶۱ء۔

حجازی، علی مسکین۔ پنجاب میں اردو صحافت۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء۔

خاں، نادر علی۔ اردو صحافت کی تاریخ۔ علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۸۷ء۔

دتاسی، گارسیں۔ مقالات گارساں دتاسی۔ جلد اول۔ نظر ثانی ڈاکٹر حمید اللہ۔ شائع کردہ انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۶۴ء۔

______۔ مقالات گارساں دتاسی۔ جلد دوم۔ نظر ثانی ڈاکٹر حمید اللہ۔ شائع کردہ انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۵ء۔

______۔ خطبات گارساں دتاسی۔ اورنگ آباد دکن: انجمن ترقی اردو، ۱۹۳۵ء۔

ڈبلیو جی، ینگ (Young W. G.)، گیتوں کے مصنفین و مترجمین۔ لاہور: بائبل بک ڈپو، انارکلی، سن ندارد۔

صابری، امداد۔ اردو کے اخبار نویس۔ جلد اول۔ دہلی: صابری اکیڈمی محلہ چوڑی والان، ۱۹۷۳ء

______۔ تاریخ صحافت اردو۔ جلد اول۔ دہلی: صابری اکیڈمی محلہ چوڑی والان، ۱۹۷۳ء۔

______۔ تاریخ صحافت اردو۔ جلد دوم۔ دہلی: صابری اکیڈمی محلہ چوڑی والان، ۱۹۶۰ء۔

______۔ تاریخ صحافت اردو۔ جلد سوم۔ دہلی: صابری اکیڈمی محلہ چوڑی والان، ۱۹۶۲ء۔

______۔ فرنگیوں کا جال۔ دہلی: کوہ نور پریس لال کنواں، ۱۹۴۹ء۔

صدیقی، ریاض۔ "دہلی کالج"۔ مشمولہ افکار: برطانیہ میں اردو ایڈیشن (اپریل ۱۹۸۱)۔

صدیقی، محمد عتیق۔ ہندوستانی اخبار نویسی کمپنی کے عہد میں۔ علی گڑھ: انجمن ترقی اردو (ہند)، ۱۹۵۷ء۔

کھوکھر، محمد افتخار۔ تاریخ صحافت۔ مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۵ء۔

مسعود، طاہر۔ اردو صحافت انیسویں صدی میں۔ کراچی: فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، ۲۰۰۲ء۔

نصرت علی، سید۔ تاج التواریخ۔ دہلی: ۱۹۱۳ء۔

نقوی، محمد اشرف۔ اختر شہنشاہی۔ لکھنؤ: اختر پریس، ۱۸۸۸ء۔